Solution Paper 2023-2024

Subject Urdu

Course A

Code 003

Class X

Time: 3 Hours — Maximum Marks: 80

Section A (حصہ الف)

سوال نمبر1۔ مندرجہ ذیل غیر درسی اقتباس کو غور سے پڑھیئے اور اس پر مبنی سوالوں کے جواب لکھئے۔ (5x1=5)

(i) (B) جنگلات کے تحفظ کے لئے

(ii) (D) 1958

(iii) ہماری وراثت کی دو قسمیں ہیں۔ قدرتی وراثت اور ثقافتی وراثت۔

(iv) جنگلات قدرتی وراثت ہیں۔

(v) ثقافتی وراثت کے تحفظ کے لئے حکومت نے وقتاً فوقتاً بہت سے قانون پاس کئے ہیں۔

سوال نمبر2۔ مندرجہ ذیل غیر درسی شعری اقتباس کو غور سے پڑھیئے اور اس سے متعلق پوچھے گئے سوالوں کے جواب لکھئے۔ (5x1=5)

(i) (B) دو

(ii) (C) دنیاوی حقیقت

(iii) "اِس ہاتھ کر واُس ہاتھ ملے" کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں ہاتھ کے ہاتھ بدلا مل جاتا ہے، جو جیسا کرے گا ویسا ہی بدلا پائے گا۔

(iv) یہ دنیا سُستوں کے لئے سُستی ہے۔

(v) اس نظم کا عنوان "نیکی اور بدی" یا "جیسی کرنی ویسی بھرنی" مناسب معلوم ہوتا ہے۔

سوال نمبر3۔ مندرجہ ذیل درسی اقتباس کو غور سے پڑھیئے اور پوچھے گئے سوالوں کے جواب دیجیے۔ (5x1=5)

(i) (C) مولوی عبد الحق

(ii) (B) ہم وزن ہونا

(iii) مخلوط زبان کے بننے کے دوران فریقین یعنی ہندوو مسلمان دونوں نے اپنی اپنی زبانی میں کنٹربیونت کی۔

(iv) اردو زبان ہندوستان کی مشترک اور عام زبان ہونے کا درجہ حاصل کر چکی ہے۔

(v) "کسی کا منہ نہیں ہو سکتا" سے مراد 'کسی کی مجال نہیں' ہے۔

سوال نمبر4۔ درج ذیل شعری اقتباس کو غور سے پڑھئے اور اس سے متعلق پوچھے گئے سوالات کا جواب دیجئے۔ (5x1=5)

(i) (B) محمد ابراہیم ذوق

(ii) (A) غزل

(iii) پہلے شعر میں صنعت تضاد استعمال ہوئی ہے۔ 'حیات، قضا' اور 'آئے، چلے' لفظ میں صنعت تضاد ہے۔

(iv) چوتھے شعر میں عمرِ خضر سے مراد بہت لمبی عمر ہے۔

(v) پانچویں شعر میں شاعر ہمیں نصیحت کر رہاہے کہ اے لوگوں اپنی عقل پر گھمنڈ نہ کرو کیوں کہ جب کام بگڑنے پر ہوتا ہے تو نہ تیری عقل کام کرتی ہے اور نہ ہی میری عقلمندی۔

Section B (حصہ ب)

سوال نمبر 5۔ درج ذیل عنوانات میں سے کسی ایک پر ملک 300-- 250 الفاظ پر مشتمل مضمون لکھئے۔ (10)

بڑھتی ہوئی آبادی کے مسائل اور ان کا حل

ملک کو خوش حال رکھنے کے لئے بہت سے مسائل مثلاً ملکی دفاع، خوراک، تعلیم، آبادکاری وغیرہ مسائل حکومت کے زیر غور رہتے ہیں۔ انہیں بڑے مسائل میں ایک اہم مسئلہ بڑھتی ہوئی آبادی بھی ہے۔

1947 میں جب ہندوستان آزاد ہوا تو اس وقت یہاں کی کل آبادی تقریباً 40 کروڑ تھی جس کے لئے تمام تر سہولیات مہیا کرانا حکومت کی ذمہ داری تھی پنچ سالہ منصوبوں کے ذریعے ان مسائل میں نمایاں کامیابی ملی۔نئ تکنیک کے ذریعہ کافی ترقی ہوئی۔زراعت کے میدان میں بھی سبز انقلاب آیا۔تعلیم کو کافی فروغ حاصل ہوا۔لیکن ہم آج جب حالات کا جائز ہ لیتے ہیں تو خود کو کم وبیش انہیں مسئلوں میں الجھا ہوا پاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس تیزی سے ملک میں ترقی ہو رہی اس سے کہیں زیادہ تیزی کے ساتھ ملک کی آبادی بڑھ رہی ہے۔ اگر تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی کو روکا نہ گیا تو ہمارے ملک ہندوستان کے مسائل کبھی بھی ختم نہ ہوں گے۔

تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی آج پوری دنیا کے لئے ایک مسئلہ ہے۔ ہر ملک چاہتا ہے کہ بڑھتی آبادی کو کنٹرول کیا جائے کیوں کہ عوام کو روٹی، کپڑا، مکان، تعلیم، علاج اور روزگار کے مسائل سے دو چار ہونا پڑتا ہے۔ملک میں غربت بڑھتی جاتی ہے۔عام آدمی کا معیار زندگی گھٹتا جا رہا ہے۔

حکومت نے بڑھتی آبادی پر روک لگانے کے لئے خاندانی منصوبہ بندی کی اسکیم بھی تیار کی ہے۔ محکمہ صحت اور فلاح وبہبود میں کام کر رہے لوگ اس کی اہمیت اور فائدے بتاتے ہیں تاکہ ملک میں ان مسائل کو روکا جا سکے۔

آلودگی ایک سنگین مسئلہ

آلودگی موجودہ دور کا ایک انتہائی سنگین مسئلہ ہے جو ہمارے جدید اور ترقی یافتہ معاشرے میں بہت تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ آلودگی کی وجہ سے ہم جس ماحول میں زندگی گزار رہے ہیں وہ ماحول روز بہ روز خراب ہوتا جا رہا ہے۔ جس کے مضر اثرات ہماری صحت پر پڑ رہے ہیں اور اس کے باعث ہم گوناگوں پریشانیوں میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ آلودگی کی وجہ سے کہیں ضرورت سے زیادہ گرمی پڑرہی ہے تو کہیں سردی، کہیں بے موسم بارش ہو رہی ہے۔ آلودگی کے سبب دنیا میں غیر معمولی تبدیلی آرہی ہے۔ آلودگی کی وجہ سے ہماری زراعت بھی متاثر ہو رہی ہے کیوں کہ آلودگی نے موسم کو بگاڑ دیا ہے اور موسم کا اثر زراعت پر براہ راست پڑتا ہے۔ آلودگی نے صرف زراعت کو ہی متاثر نہیں کیا ہے بلکہ اس نے پوری کائنات کو اپنی گرفت میں لے لیا ہے اور اس کا منفی اثر تمام مخلوق پر پڑرہا ہے۔ جیسے جیسے ہم ترقی کر رہے ویسے ویسے آلودگی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ فیکٹریوں سے نکلنے والے کیمیائی مادے سمندر اور دریا کے پانی کو آلودہ کر رہے ہیں۔موٹر گاڑیوں اور کارخانوں سے خارج ہونے والے دھویں فضا کو آلودہ کر رہے ہیں۔ بڑھتی ہوئی آبادی اور ادھر اُدھر پھینکے گئے کچرے زمین پر آلودگی کا باعث بن رہے ہیں۔

اگر آلودگی پر ہم قابو نہیں پاتے ہیں تو وہ دن دور نہیں جب ہم تباہ و برباد ہو جائیں گے اور ہمارے نشانات دنیا سے ہمیشہ ہمیش کے لئے مٹ جائیں گے۔

لہٰذا آلودگی سے بچنے کی ہمیں تدبیر کرنی چاہئے۔۔فیکٹریوں سے نکلنے والے کیمیائی مادوں کو پانی میں تحلیل ہونے سے روکنا چاہیے۔دھویں کی چمنیوں کو بلند رکھنا چاہیے۔کوڑا کرکٹ ادھر اُدھر پھینکنے سے بچنا چاہیے اور

ڈھیر سارے پیڑ پودے لگانے چاہیے ساتھ ہی ساتھ فطرت سے قریب تر رہنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ہمیں گندگی پھیلانے سے خود بھی رکنا چاہیے اور دوسروں کو بھی روکنا چاہیے۔

قومی اتحاد ملک کی ضرورت

"اتحاد" کے معنی آپس میں متحد اور اکٹھے ہو کر زندگی بسر کرنے کے ہیں۔یوں تو اتحاد ایک چھوٹا سا لفظ ہے مگر یہ لفظ اتنا جامع ہے کہ اس کے اندر معنی کا ایک جہاں پوشیدہ ہے۔ انفرادی قوت ، فکری قوت، معاشرتی قوت، اقتصادی قوت اور سائنسی قوت وغیرہ کا استعمال ملک کی بھلائی کے لئے مل جل کر کرنا ہی قومی اتحاد ہے۔ اگر تمام انسانی قوتوں اور صلاحیتوں میں مطابقت اور افکار و کردار اور قول و فعل میں کسی قسم کا تضاد نہ رہے تو اتحاد کی بدولت بہتر فضا پیدا ہو سکتی ہے۔

قومی اتحاد کا مطلب یہ ہے کہ پوری قوم بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ پوری بنی نوع ایک ہو جائے اور زندگی کے کسی شعبے میں ان میں تفریق نہ پائی جائے۔

تاریخ کے جس موڑ پر ہم اس وقت کھڑے ہیں وہ ہمیں بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر رہا ہے۔ وطن عزیز اس وقت نازک دور سے گزر رہا ہے۔ آپسی اختلافات ختم کرنے اور اتحاد و یگانگت کی جتنی ضرورت آج ہے شاید پہلے کبھی نہ تھی۔

خدا کے فضل سے ہمارا ملک قدرت کے عطا کردہ بے پناہ وسائل سے مالا مال ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ذاتی مفادات سے بالا تر ہو کر اجتماعی مفادات کے لئے اپنی توانائیاں خرچ کریں۔بحیثیت ایک قوم ہمیں منتخب حکومت پر اعتماد کرنا چاہیے امن وامان کی بحالی اور معیشت کے استحکام کے لئے حکومت کی مدد کرنی چاہیے۔تاریخ اس بات کی گواہ ہے جب تک ملک کے لوگوں میں اتحاد و اتفاق رہا دنیا کی کوئی طاقت انہیں شکست نہیں دے سکی لیکن جونہی ان میں تفرقہ پڑا تو ان کی ہوا اکھڑ گئی۔ہمیں موجودہ چیلنجوں کا

مقابلہ کرنے کے لئے انفرادی اور اجتماعی سطح پر مثبت سوچ کے ساتھ آگے بڑھنا ہو گا تاکہ ہماراوطن دنیا کے نقشے پر ایک مضبوط، پرامن اور فلاحی **ملک** بن کر چمکے۔

سوال نمبر6۔ اپنے دوست کو خط لکھ کر اس کی کامیابی پر مبارکباد پیش کیجئے۔ (1x4=4)

اعظم گڑھ شہر،اترپردیش

مورخہ 15/مئی 2022

عزیز دوست خالد!

امید کرتاہوں آپ ٹھیک ہوں گے۔آپ کاخط ملا، پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔

دسویں جماعت میں اچھے نمبرات سے کامیاب ہونے پرمیں آپ کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

میرا مشورہ ہے کہ آپ گیارہویں جماعت کی تعلیم جامعہ ملیہ اسلامیہ اسکول،نئی دہلی سے حاصل کریں۔

خط کا جواب جلد دینا۔ باقی خدا کا فضل ہے گھر کے سبھی لوگ خیریت سے ہیں۔ والدین بھی مبارکباد پیش کرتے ہیں۔دعا کی درخواست ہے۔

خدا حافظ

آپ کا دوست: شیام لال۔

یا

اپنے پرنسپل کے نام فیس معافی کی کے لئے درخواست لکھئے۔

بخدمت جناب پرنسپل صاحب

ڈاکٹر بی۔آر امبیڈکر سینئر سیکنڈری اسکول

مئو مبارک پور، اتر پردیش

موضوع: درخواست برائے فیس معافی

جناب عالی!

امید کرتا ہوں آپ بخیر وعافیت ہوں گے۔

گزارش یہ ہے کہ میں آپ کے اسکول میں دسویں جماعت سیکشن "بی" کا طالب علم ہوں۔

میرے والد ایک پرائیویٹ فرم میں ملازمت کرتے ہیں۔ انہیں معمولی تنخواہ ملتی ہے جس سے ہمارے خاندان کا بمشکل گزر بسر ہو پاتا ہے۔ لہٰذا وہ میری فیس ادا کرنے سے خود کو قاصر پاتے ہیں۔

براہ کرم آپ میری فیس معاف فرمائیں تاکہ میں اپنی تعلیم جاری رکھ سکوں۔

عین نوازش ہوگی۔

آپ کا فرمانبردار شاگرد — تاریخ

خالد ابن سلیم — 15/مارچ 2023

طالب علم جماعت دہم (بی)

سوال نمبر 7۔ الطاف حسین حالی کی سوانح حیات اور ادبی خدمات تحریر کیجئے۔ (1x4=4)

مولانا الطاف حسین حالی 1837 میں پانی پت میں پیدا ہوئے۔ علم کی طلب اور شعر و شاعری کا ذوق انھیں دہلی لایا۔ یہاں انھوں نے نواب شیفتہ اور مرزا غالب جیسے لوگوں سے فیض حاصل کیا۔ غالب اور شیفتہ کے انتقال کے بعد حالی لاہور چلے گئے وہاں محمد حسین آزاد سے ملاقات ہوئی۔ آزاد اور دوسرے انگریز افسروں سے مل کر انہوں نے جدید نظم کی بنیاد ڈالی۔

اردو کے سوانحی ادب میں حالی کی تین مشہور تصانیف ہیں۔حیات سعدی 1886 میں، یادگار غالب 1897 میں اور حیات جاوید 1901 میں شائع ہوئیں۔ تنقید کے میدان میں ان کی مشہور کتاب مقدمہ شعر وشاعری بہت اہمیت رکھتی ہے۔ ان کی طویل نظموں میں 'مدوجزر اسلام' جو عام طور پر مسدس حالی کے نام سے مشہور ہے اور مناجات بیوہ بہت اہم ہیں۔ انھوں نے شاعری کے اخلاقی اور اصلاحی پہلو پر زور دیا ہے۔ 1914 کو پانی پت میں ان کی وفات ہوئی۔

یا

سبق "بھولا" کا خلاصہ لکھئے۔

راجندر سنگھ بیدی کہتے ہیں کہ میں نے اپنی بہو مایا کو ایک کو زے میں مکھن اکٹھا کرتے دیکھا تو مجھے یاد آیا کہ رکھشا بندھن کے موقع پر اس کا بھائی اپنی بیوہ بہن سے راکھی بندھوانے آئے گا اور اسی کے لئے مایا مکھن اکٹھا کر رہی ہے۔ میں نے اپنے پوتے بھولا کو گود میں لے کر پیار کیا اور اس سے پوچھا کہ تمہارے ماموں تمہاری ماتا کے کیا ہوتے ہیں تو اس نے جواب دیا کہ ماموں - روز آنہ کی طرح رات میں بھولا کہانی سنانے کی ضد کر رہا تھا لیکن دن بھر کھیت میں کام کرنے کی وجہ سے میں اتنا تھک گیا تھا کہ میں نے کہانی نہیں سنائی۔ تو وہ ناراض اپنی ماں کے پاس جا کر سو رہا۔ صبح میں نے اسے مٹھائی دے کر منالیا اور پھر وہ کہانی سننے کی ضد کر نے لگا تو میں کہا دوپہر میں کہانی سناؤں گا۔تو دوپہر کا وہ شدت سے انتظار کر رہا تھا۔ وقت سے پہلے میرے لئے اس سے کھانا نکلوایا اور کھا کے چار پائی پر بیٹھ رہا تھا کہ پٹواری دروازے پر آیا اور اس نے کہا کہ آپ کی خانقاہ والی زمین ناپنے کے لئے مجھے آج ہی فرصت ہے۔ تو میں نے کہا تم چلو میں آتا ہوں جب میں جانے کی تیاری کر رہا تھا اس نے کہا بابا میری کہانی تو میں نے کہا دوپہر میں کہانی سنانے سے مسافر راستہ بھول جاتے ہیں۔ میں تمہارے کہنے پر کہانی سنا رہا ہوں اگر کوئی مسافر راستہ بھولا تو اس کے ذمہ دار تم ہو گے۔ میں نے اسے کہانی سنائی لیکن اس کے چہرے پر خوشی کی علامت نہیں دکھائی دی حالانکہ اس طرح کی کہانیاں سن کر وہ بہت خوش ہوتا تھا۔

اس کے ماموں ابھی تک نہیں آئے تھے شام ہوگئی میں اور مایا سب کام ختم کرنے کے بعد سوگئے اور بھولا

جگتا رہا ہم لوگوں کو سوتا پا کر وہ لالٹین لے کر اس راستے پر چلا گیا جس راستے سے اس کے ماموں آتے تھے۔ کچھ دیر بعد میری آنکھ کھل گئی تو میں نے دیکھا گھر میں بھولا نہیں ہے۔میں نے مایا کو جگایا وہ یہ خبر سن کر بے ہوش ہوگئی۔محلے پڑوس کی عورتیں جمع ہو گئیں۔ گاؤں محلے کے سبھی لوگ بھولے کی گمشدگی پر افسوس کر رہے تھے۔ آدھی رات کے بعد اس کے مامو آتے ہوئے دکھائی دئے۔ ان کی گود میں بھولا اور سر پر مٹھائی کی ٹوکری۔ پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ میں دیر سے نکلااور رات کے اندھیرے میں راستہ بھٹک گیا تھا۔ ایک طرف روشنی نظر آئی تو میں اس کی طرف بڑھا تو دیکھا کہ بھولا وہاں ہے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ بابا نے دوپہر کو کہانی سنائی تھی اور کہا تھا کہ دوپہر کو کہانی سنانے سے مسافر راستہ بھول جاتے ہیں اور کوئی مسافر راستہ بھولے گا تو اس کے ذمہ دار تم ہوگے۔

سوال نمبر 8۔ فانی بدایونی کے حالات زندگی اور ادبی خدمات پر روشنی ڈالئے۔ (1x3=3)

شوکت علی خاں نام۔ پہلے شوکت بعد میں فانی تخلص اختیار کیا اتر پردیش کے ضلع بدایوں میں 1879 میں پیدا ہوئے ان کے والد پولیس محکمے میں انسپکٹر تھے۔ آپ نے 1901 میں بریلی کالج سے بی اے پاس کیا اس کے بعد ملازمت کرنے لگے کچھ عرصے بعد ملازمت ترک کر کے علی گڑھ سے ایل ایل بی کی ڈگری حاصل کی۔ اس کے بعد وکالت کا پیشہ اختیار کیا لیکن وکالت سے دلچسپی نہ تھی اس لئے اس میں کامیاب نہ ہو سکے پھر حیدر آباد گئے اور وہاں۔سرکاری اسکول میں ہیڈ ماسٹر ہو گئے۔ ان کے آخری ایام مفلسی اور پریشانی میں گزرے۔ ان کا انتقال 1941 میں حیدر آباد میں ہوا۔

فانی نے گیارہ سال کی عمر میں پہلی غزل کہی لیکن ان کے والد شاعری کے خلاف تھے اس لئے فانی چھپ کر شعر کہتے تھے۔ زیادہ تر کلام تلف ہو گیا جو کچھ بچا وہ باقیات فانی، عرفانیات فانی اور وجدانیات فانی کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ فانی کا شمار اردو کے ممتاز غزل گو شعراء میں ہوتا ہے۔ ان کی شاعری میں درد و غم کی باتیں کثرت سے پائی جاتی ہیں اس لئے انہیں یاسیات کا امام کہا جاتا ہے۔

یا

"گرمی اور دیہاتی بازار" کا خلاصہ لکھئے۔

شاعر کہتا ہے کہ گرمی کے موسم میں ہفتہ واری بازار لگی ہوتی ہے۔دوپہر کا وقت ہے گرمی شدت کی پڑ رہی ہے سورج کی کرنیں جیسے لوگوں کے خون کی پیاسی ہیں۔ ہر طرف شور مچا ہوا ہے طرح طرح چیزیں الگ الگ لوگ دکان لگا کر بیٹھے ہیں۔گرمی کی لو بھی چل رہی ہے اور چاروں طرف گرد و غبار اڑ رہے ہیں۔ کچھ عورتیں اپنے بچوں کو لے کر اس بازار میں آئیں ہیں وہ بچے اپنی ماؤں کے کندھے پر سر رکھے ہوئے ہیں۔ گرمی کی شدت کی وجہ سے در و دیوار جل رہے ہیں درختوں کے نیچے جو سورج کی کرنیں چھن کر آرہی ہیں وہ بھی لوگوں کا سکون چھین لینے والی ہیں۔ اس بازار میں دوست بھی اجنبی دکھائی دیتے ہیں۔ آسمان میں بادل کے ٹکڑے دکھائی دیتے ہیں لیکن وہ دھوکا دینے والے دکھائی دیتے ہیں۔ ہر کوئی چڑ چڑا رہاہے غصے میں دکھائی دیتاہے۔

سوال نمبر9۔ جگر صاحب کی شخصیت کے کس پہلو سے آپ متاثر ہوئے بیان کیجئے۔ (1x4=4)

جگر صاحب بلا کے وضع دار اور انسان دوست ہیں۔ وہ انسانیت کے احترام کے قائل تھے۔ ان کے خاکے کے آخر میں خاکہ نگار نے جگر صاحب کے بٹوہ گم ہونے کی بات کی ہے۔ جگر صاحب کا بیان ہے کہ کل ایک صاحب سے ملاقات ہوئی انھوں نے بڑی نیاز مندی کا اظہار کیا میں نے سوچا کوئی ملنے والا ہوگا۔ بازار سے کچھ سامان خریدا پھر تانگے پر بیٹھ کر یہاں آئے راستے میں ان صاحب نے میری جیب سے کچھ نکالا میں نے سوچا مجھے بدگمانی ہوئی ہے ایسا نہیں ہو سکتا جب جیب ٹٹولا تو بٹوہ غائب تھا میں نے اپنا بٹوہ ان کے ہاتھ میں دیکھ بھی لیا تھا۔لیکن میں نے انہیں کچھ نہیں کہا۔ اگر میں ان سے کہتا کہ آپ نے میرا بٹوہ چرالیا ہے تو اس وقت ان کو جو پریشانی ہوتی وہ مجھ سے دیکھی نہ جاتی۔ جگر صاحب کی شخصیت کا یہ پہلو بہت متاثر کرنے والا ہے۔

یا

"فقیر" افسانے کا خلاصہ لکھئے۔

مصنف نے یہ افسانہ ایک مسٹنڈے فقیر پر لکھا ہے۔مصنف کا کہنا ہے کہ مجھے فقیروں سے بغض ہے کیوں کہ جب کبھی مجھے کوئی فقیر ملتا ہے اور میں اسے دیکھتا ہوں تو ایسا پاتا ہوں کہ مجھ سے دو کو کافی ہو۔ایک روز کا ذکر ہے کہ میں غسل خانے سے نہا کر برآمدہ میں جو نکلا تو کسی فقیر نے صدادی۔میں نے دیکھا تو ایک قابل رحم ہستی کو پایا۔اس کی حالتِ زار دیکھ کر بڑا رحم آیا اور میں نے اس سے کہا کہ گھوم کر صدر دروازے پر آ جایئے۔گھر والی سے کہا کہ ایک انتہا سے زیادہ قابل رحم فقیر آیا ہے، اسے دو چار پیسے دو اور صبح کا وقت ہے، دو توس اور اک پیالی چائے دے دو۔خانم نے فقیر کا نام سن کر جلدی جلدی دو توس کو انگیٹھی پر سینک کر خوب مکھن لگایا اور ایک پیالی میں خوب سا دودھ ڈال کر کچھ مٹھائی بھی رکھوا دی اور سینی میں چار پیسے رکھ دیے اور لڑکے سے کہا، فقیر کو صدر دروازہ سے اندر یعنی برآمدہ میں بٹھا کر کھلا دو۔ جس فقیر کو میں نے دیکھا تھا وہ تو نہیں آیا اس کی جگہ ایک دوسر افقیر وہاں آ گیا۔لڑکے نے کہا سائیں جی برآمدہ میں آجاؤ۔سائیں جی نے غنیمت سمجھا اور ناشتہ شروع کیا۔ادھر میں نے خانم سے کہا کہ پرانا سوئیٹر، ایک قمیص فقیر کو اور بھیج دو۔ سردی کا وقت ہےاور غریب جاڑے میں مر رہا ہوگا۔لڑکا قمیص اور سویٹر لے کر پہنچا۔اتنے میں میں چائے پی کر باہر نکلا تا کہ فقیر کو گرم کپڑے پہنے ہوئے دیکھ کر جو خوشی حاصل ہو سکتی ہے اس سے لطف اُٹھاؤں۔میں باہر پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک ہٹا کٹا، انتہا سے زیادہ مضبوط فقیر ڈکاریں لے رہا ہے۔مجھے دیکھتے ہی دعائیں دینی شروع کیں۔اس مسٹنڈے کو دیکھ کرجی میں آیا کہ اس کمبخت کا منھ نوچ لوں۔اس سے کہاکہ تم نوکری کیوں نہیں کرتے۔وہ کچھ چلاّ کر بولا۔آپ ہی رکھ لیجئے۔میں فوراًراضی ہو گیا اور دس روپے ماہوار اور کھانا تجویز کیا۔فقیر صاحب اس کے جواب میں بولے اور گھر والوں کو زہر دے دوں۔میں نے کہا کیوں؟ وہ بولا: " آپ دس روپے دیتے ہیں، ڈھائی آنے روز کا تو گائے رزقہ کھاتی ہے اور ایک بیوی تین بچے۔پانچ روپے میں گزر کیسے ہو؟" میں نے پوچھا گائے بھی ہے تمہارے پاس؟ وہ بولا " صاحب آپ بڑے آدمی ہیں ہم بھلا کہاں سے پیسہ لائیں جو روز تین سیر دودھ خریدیں۔" معلوم ہوا خیر سے دو سیر دودھ یومیہ نوش کرتے ہیں اور دو پہر کو قیلولہ کرتے ہیں۔میں نے قطعی طور پر فیصلہ کیا کہ اس حرام خوری کی سزا دیے بغیر ہر گز نہ جانے دوں گا۔اس سے کہا، پچاس دفعہ کان پکڑ کو اٹھو بیٹھو۔فقیر پہلوانوں کی طرح سرعت کے ساتھ بیٹھک لگانے میں مشغول تھا۔ میں نے کہا کہ میں نے تو

پچاس دفعہ کہا تھا، زیادہ کیوں کی؟ وہ بولا صاحب پانچ سو بیٹھکیں روز لگاتا ہوں، میں نے سوچا کہ اب بار بار کون کرتا پھرے۔لاؤ یہیں پوری کرلوں۔میں نے اس کمبخت کو اوپر سے نیچے تک دیکھا خوب کسرتی بدن۔ پوچھا کہ تو پہلوانی کرتا ہے۔جواب دیا شہر کے جس پٹھے سے جی چاہے لڑا لیجئے۔میں نے کہا ، نکل یہاں سے ابھی نکل۔جلدی جلدی اس نے اپنی جھولی وغیرہ اُٹھائی اور سینکڑوں دعائیں دیتا ہوا چلا گیا۔

چند دن بعد دیکھا کہ ملازمہ سے بحث کر رہا ہے کہ ہمیں اس گھر سے ہمیشہ ملتا ہے۔میں نے اسے پکڑ لیا اور کوئی من بھر لکڑیاں پھڑوائیں۔لکڑیاں پھاڑ کر میری کرسی کے پاس آکر پیر دبانے شروع کر دیے اور کہا اللہ بھلا کرے۔میں نے بیتاب ہو کر کہا، ارے کمبخت چھوڑ۔مجھے ایسا معلوم ہوا کہ میری پنڈلیاں کوئی لوہے کے شکنجے میں دھر کے داب رہا ہو۔لکڑیوں کی پھڑوائی شاید دو آنے دیے۔قمیص اور مانگنے لگا۔وہ نہ دی تو بد معاش کہتا ہے " بھوکا ہوں "۔

Section C (حصہ ج)

سوال نمبر10۔ (i) فعل معروف: فعل معروف وہ فعل ہے جس کا فاعل معلوم ہو۔ (2)

جیسے: کھلاڑی میدان میں کھیل رہے ہیں۔موہن پڑھ رہا ہے۔

فعل مجہول: فعل مجہول وہ فعل ہے جس کا فاعل ظاہر نہ ہو بلکہ پوشیدہ ہو۔

جیسے: آٹا پس گیا۔کپڑا دھل گیا۔

(ii) زمانے کے اعتبار سے فعل کی تین قسمیں ہیں۔ (2)

فعل ماضی: جس میں گزرے ہوئے زمانے میں کام کا کرنا یا ہونا پایا جائے۔

جیسے: اسلم کلکتہ جا چکا ہے۔

فعل حال: جس میں موجودہ زمانے میں کام کا کرنا یا ہونا پایا جائے۔

جیسے: عفان پڑھ رہا ہے۔

فعل مستقبل: جس میں آنے والے زمانے میں کام کا کرنا یا ہونا پایا جائے۔

جیسے: موہن کل ممبئی جائے گا۔

(iii) (A) فعل لازم (1)

سوال نمبر 11۔ (i) صنعت تجنیس: جب شاعر کلام میں کوئی دو لفظ ایسے لائے جو املا یا لفظ کے لحاظ سے (2)

یکساں ہوں لیکن معنی الگ الگ ہوں تو اسے صنعت تجنیس کہتے ہیں۔

جیسے: جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

(ii) (D) صنعت تلمیح (1)

(iii) تشبیہ: کلام میں جب کسی ایک چیز کی مثال دوسری چیز سے دی جاتی ہے اور مثال دینے کی وجہ بھی (2)

ظاہر ہو تو وہاں تشبیہ پائی جاتی ہے۔

جیسے: نازکی اس کے لب کی کیا کہیئے

پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے

سوال نمبر 12۔ (i) درج ذیل محاوروں اور کہاوتوں میں سے کسی چار کو جملے میں استعمال کیجیے۔ (4)

سبز باغ دکھانا: (دھوکا دینا) سیاست داں اکثر الیکشن کے زمانے میں عوام کو سبز باغ دکھاتے ہیں۔

خون کھولنا: (غصہ ہونا) مجرم جب پولیس کو دھوکا دینے کی کوشش کرتا ہے تو ان کا خون کھولنے لگتا ہے۔

باغ باغ ہونا: (بہت خوش ہونا) کلاس میں پہلی پوزیشن آنے پر ارم اور اس کے گھر والے باغ باغ ہو گئے۔

بڑے بول کا سر نیچا: (غرور کا انجام بے عزتی ہونا) امراء کو اپنی دولت پر گھمنڈ نہیں کرنا چاہئے کیوں کہ بڑے بول کا سر نیچا۔

جس کی لاٹھی اس کی بھینس: (طاقت ور ہی مالک ہوتا ہے) جنگل میں صرف ایک ہی قانون چلتا ہے، جس کی لاٹھی اس کی بھینس۔

جیسا بوئے گا ویسا کاٹے گا: (برائی کا انجام برا اور اچھائی کا انجام اچھا ہوتا ہے) اس دنیا میں جو جیسا کرے گا آخرت میں ویسا ہی بدلا پائے گا یعنی جیسا بوئے گا ویسا کاٹے گا۔

(ii) (C) گھل مل جانا ہے۔ (1)

(iii) (B) تیز جھونکا (1)

سوال نمبر13۔ (i) (D) (1)

رابطہ (ii) (A) (1)

سوال نمبر14۔ (i) غزل کا پہلا شعر جس کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوں مطلع کہلاتا ہے۔ (1)

(ii) (A) آزاد نظم (1)

Section D (حصہ د)

سوال نمبر15۔ درج ذیل میں سے صرف دو کے جواب دیجئے۔ (2x2=4)

(i) دوپہر کو کہانی سننے کے باوجود بھولا کے چہرے پر خوشی اسلئے نہیں دکھائی دے رہی تھی کیونکہ اس کے بابا نے کہا تھا کہ دوپہر کو کہانی سنانے سے مسافر راستہ بھول جاتے ہیں اور اب کوئی مسافر راستہ بھٹکا تو اس کے ذمہ دار تم ہو گے۔ اس کے ماموں اسی دن آنے والے تھے وہ سوچ رہا تھا کہ میرے کہانی سننے کی ضد کی وجہ سے ماموں کہیں راستہ بھول نہ جائیں۔ اس لئے اس کے چہرے پر خوشی نہیں دکھائی دے رہی تھی۔

(ii) استاد منگو ایک کوچوان تھا اس کو دنیا کے حالات کی خبریں اس کے تانگے پر بیٹھنے والی سواریوں سے معلوم

ہوتی تھیں۔

(iii) مردوں کو عورتوں کے ساتھ حسن سلوک، حسن معاشرت، خاطر داری، ان کی آسائش و آرام کا خیال رکھنا چاہئے اور ان کو اپنا خدمت گزار نہ سمجھ کر ان کو اپنا انیس و جلیس سمجھنا چاہئے۔

(iv) فضا میں گندی گیسیں جیسے کاربن مونو آکسائڈ، نائٹرس آکسائڈ، سلفر ڈائی آکسائڈ، کاربن ڈائی آکسائڈ کی زیادتی ہو جاتی۔ہے اور فضا میں ان کی موٹی موٹی پرت جم جاتی ہے پھر رکیک شکل اختیار کر کے بوند بوند زمین پر ٹپکنے لگتی ہے۔ تیزابی بارش کی سب سے اہم وجہ سلفر ڈائی آکسائڈ گیس کی زیادتی ہے۔

سوال نمبر16۔ درج ذیل سوالات میں سے صرف دو کے جوابات لکھئے۔ (2x2=4)

(i) "ہم کیا رہے یہاں ابھی آئے ابھی چلے" اس مصرعے کے ذریعے شاعر یہ سمجھانا چاہتا ہے کہ کوئی بھی انسان چاہے اس کو کتنی ہی لمبی عمر مل جائے موت کے وقت اس کی جینے کی تمنا پوری نہیں ہوتی ہے بلکہ وہ اور کچھ دنوں اس دنیا میں رہنا چاہتا ہے۔

(ii) "میرا حصہ دور کا جلوہ" شاعر نے یہ بات اس لئے کہی کیوں کہ جب دہلی میں لارڈ کرزن نے دربار لگوایا تھا تو اس کو دیکھنے کے لئے پورے ملک سے لوگ آئے ہوئے تھے۔ بہت بڑی بھیڑ تھی ہر کوئی دربار کے قریب تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔اس لئے شاعر نے کہا کہ جلوہ دربار دہلی کا نظارہ میں نے دور سے ہی کیا۔

(iii) خالی برتن بولتے ہیں یعنی جس گھڑا میں پانی پورا بھرا نہیں ہوتا وہی آواز کرتے ہیں۔ جن میں پانی پورا بھرا ہوتا ہے اسے لے کر چلنے پر وہ آواز نہیں کرتے ہیں۔اس کے ذریعے شاعر یہ بات سمجھنا نا چاہتا ہے کہ جو بے وقوف ہوتے ہیں وہی لوگ ہر جگہ بولتے رہتے ہیں۔ میں نے یہ کیا میں نے وہ کیا۔ایک عقلمند انسان کہتا نہیں بلکہ وہ کر کے دکھاتا ہے۔

سوال نمبر 17۔ درج ذیل سوالات میں سے صرف دو کے جواب لکھئے۔ (2x2=4)

(i) ان دیوتا زمین پر کھڑا تھا لیکن وہ اتنا بڑا تھا کہ اس سے آدمی کچھ فائدہ نہیں اٹھا پا رہے تھے تو بر ہما نے ان دیوتا کو سندیس بھیجا کہ تجھے چھوٹا ہونا ہو گا آدمی کا آرام تو دیکھنا ہوگا۔ وہ آدھا رہ گیا پھر سندیس بھیجا تو وہ چوتھائی رہ گیا تو آدمی اس سے فائدہ حاصل کرنے لگے۔

(ii) گاؤں پہنچنے سے پہلے وحید بہت پریشان تھا کہ گھر کے لوگوں نے بیگم کے لئے کچھ خاص انتظام کیا ہے یا نہیں۔ ماں باپ کو بیگم کی بے پردگی پسند آئے یا نہ آئے اور بیگم کو ان دیہات کے لوگوں سے مل کر نہ جانے کیا محسوس ہو۔میرے بارے میں کیا کچھ سوچنے لگیں۔ یہ سب سوچ کراس پربے چینی کی کیفیت طاری تھی۔

(iii) مصنف نے گدڑی کا لال نور خاں کو کہا کیوں کہ وہ ایک غریب گھرانے سے تعلق رکھتے تھے لیکن ان کے اندر وہ خوبیاں تھی جو دولت مندوں میں نہیں پائی جاتی تھیں۔انھیں جو بھی کام دیاجاتا اسے بخوبی انجام دیتے تھے۔ وہ بہت زندہ دل انسان تھے۔ وہ بات کے کھرے،دل کے کھرے اور حساب کے کھرے انسان تھے۔ دوسروں کے غم میں شریک رہنے والے تھے۔سب سے بڑی چیز ان کےاندر خود داری بہت تھی اس لئے عبدالحق صاحب نے انھیں گدڑی کا لال کہا ہے۔

(iv) خاکہ نگارنے جگر صاحب کے بارے میں کہا کہ ان کی باتیں غزل کے شعر ہوتی ہیں جس طرح غزل کا ہر شعر الگ الگ مضمون رکھتا ہے اسی طرح جگر صاحب بات کرتے کرتے دوسرے موضوع پر بات کرنے لگتے تھے اور اپنی باتوں میں محوہو جاتے تھے۔ان کو احساس بھی نہیں ہوتا تھا کہ لوگوں کو میری بات سمجھ میں آرہی ہے یا نہیں۔

سوال نمبر18۔ درج ذیل اصناف میں سے کسی ایک پر نوٹ لکھئے۔ (1x3=3)

غزل

غزل کے معنی محبوب سے باتیں کرنا، عورتوں کی باتیں کرنا، عورتوں سے باتیں کرنا ہیں۔ گویا بنیادی طور پر غزل میں عشقیہ مضامین بیان ہوتے ہیں۔ لیکن آہستہ آہستہ غزل میں دوسرے مضامین بھی داخل ہوتے گئے

اب یہ کہا جاسکتا ہے کہ غزل میں ہر طرح کے مضامین بیان ہو سکتے لگے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ غزل آج بھی سب سے مقبول صنف سخن ہے۔ غزل کا ہر شعر اپنے مفہوم کے اعتبار سے مکمل ہوتا ہے۔اس لئے غزل کے ہر شعر الگ الگ مضمون کے ہوتے ہیں۔

جس طرح غزل میں مضامین کی قید نہیں اسی طرح اشعار کی تعداد بھی مقرر نہیں۔ غزل میں عام طور پر پانچ یا سات شعر ہوتے ہیں لیکن کچھ غزلوں میں زیادہ اشعار بھی پائے جاتے ہیں۔ کبھی کبھی ایک ہی بحر اور ردیف و قافیہ میں شاعر ایک سے زیادہ غزلیں کہتا ہے اس کو دو غزلہ، سہ غزلہ اور چہار غزلہ کہا جاتا ہے۔

غزل کا پہلا شعر جس کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں مطلع کہلاتا ہے۔غزل میں ایک سے زیادہ مطلع بھی ہو سکتے ہیں۔غزل کا آخری شعر جس میں شاعر اپنا تخلص پیش کرتا ہے مقطع کہلاتا ہے۔ کبھی کبھی غزل کے درمیان کے شعر میں شاعر اپنا تخلص استعمال کرتا ہے لیکن ایسے شعر کو مقطع نہیں کہیں گے۔غزل کا سب سے اچھا شعر بیت الغزل یا شاہ بیت کہلاتا ہے۔ جس غزل میں ردیف نہ ہو شعر قافیے پر ہی ختم ہو جائے اس غزل کو غیر مردف غزل کہتے ہیں۔

افسانہ

افسانہ بیسویں صدی کے آغاز کی پیداوار ہے تیزی سے بدلتے ہوئے زمانے کا ساتھ دینے کے لئے مختصرافسانہ خاص کشش رکھتا ہے۔افسانہ اس کہانی کو کہتے ہیں جس میں زندگی کی سچائیوں کا بیان ہو۔ نقادوں نے افسانے کی مختلف تعریفیں کی ہیں ایک نقاد کا کہنا ہے کہ "افسانہ ایسی نثری تخلیق ہے جو ایک ہی نشست میں پڑھی جا سکے "۔ ایک اور نقاد کا کہنا ہے کہ افسانے میں بنیادی چیز وحدت تاثر ہے۔

افسانہ اختصار کے ساتھ زندگی کے کسی اہم گوشے کو ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔ مختصر ہونے کی وجہ سے واقعات میں جھول ہونے کا اندیشہ بھی کم ہوتا ہے۔ افسانہ نگار کا مشاہدہ اور انسانی نفسیات کا مطالعہ گہرا ہوتا ہے۔ اردو کے اہم افسانہ نگاروں میں پریم چند، علی عباس حسینی، سعادت حسن منٹو، عصمت چغتائی، راجندر سنگھ بیدی، کرشن چندر، غلام عباس، قرۃ العین حیدر اور انتظار حسین کے نام اہم ہیں۔ نئے افسانہ نگاروں کی

بڑی تعداد ہے۔ اردومیں ادبی اضاف میں افسانے کا مرتبہ بہت بلند ہے بہت سے اردو افسانے دنیا کی دوسری زبانوں میں ترجمہ کیے جاچکے ہیں۔

سوانح نگاری

سوانح میں کسی ایک شخص کے زندگی کے واقعات اور حالات اور شخصیت کے مختلف پہلوؤں کو بیان کیا جاتا ہے۔ سوانح نگار اپنے ہم عصروں کی بھی سوانح لکھ سکتا ہے اور تاریخی شخصیتوں کی سوا نح بھی۔ اس صنف کا مقصد کسی اہم شخص کے حالات زندگی سے قاری کو روشناس کرانا ہوتا ہے۔اس زمانے کے سیاسی، سماجی اور معاشرتی پہلوؤں پر بھی روشنی ڈال سکتا ہے۔ ہمارے یہاں مولانا حالی، شبلی نعمانی نے سوانح نگاری کا سلسلہ شروع کیا۔حالی نے ممتاز ادبی شخصیتوں کی سوانح لکھی مثلاً حیات سعدی میں شیخ سعدی یاد گار غالب میں غالب اور حیات جاوید بھی سرسید کے حالات بیان کئے ہیں۔

شبلی نعمانی نے سیرۃ النبی، سیرۃ النعمان، الغزالی، المامون اور الفاروق جیسی سوانحی کتابیں لکھیں۔ شبلی نے سوانح نگاری کے ذریعے اسلاف کے علمی، ادبی اور مذہبی زندگی کو موثر انداز میں پیش کیا ہے۔